اسلامی عربی اُدب وثقافت میں عقلی روایت

*ڈاکٹر محمد ابوذر خلیل

A profound study of human history in perspective of its various civilizations reveals that every civilization has contributed to the promotion of intellectual and material advancement of human beings, though they differ in quality and quantity. In this context the Greek excelled all the nations. Arabs are considered to be the main agent of transferring Greek science, civilization and culture from West to East. Admittedly Modern Europe is indebted to the Arabs in its present civilization. Some modern writers are of the view that ancient Arabs were devoid of philosophy and rational thinking. In this article I expressed my veiw that the said opinion is not correct. I believe that Arabs likewise other nations have contributed their best to the promotion of and wellbeing of humanity. They did not lagged behinde altogether. However I tried to analyse the situation and pointed out the reasons of their backwardness in fields of science, knowledge and civilization in the later periods.

تاریخ انسانی میں مختلف تہذیبوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر تہذیب نے بنی نوع انسان کی ذہنی وجسمانی تعمیر وترقی میں اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے کسی نے کم تو کسی نے زیادہ۔

تاریخی شواہد کے مطابق انسانی تہذہب وتمدن میں سب سے کم حصہ ڈالنے والی قوموں میں یہود سرفہرست ہیں،اور سب سے زیادہ عقل و دانش سے بنی نوع انساں کو سیراب کرنے والی یونانی قوم ہے، عربوں نے یونانی تہذیب وثقافت سے نہ صرف استفادہ کیا، بلکہ اضافے کے ساتھ اسے آگے منتقل کیا۔کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جدید یورپ کی فکری تعمیر وترقی میں ان کا بڑا کردار ہے۔

مگر دوسری طرف جدید مؤرخ،عرب قوم کے ہاں عقل وفلسفے کی نفی کرتے ہوئے،جدید یورپ میں عقل ودانش کا رشتہ وتعلق براہ راست یونانی تہذیب وثقافت سے جاجوڑتا ہے۔

زمانہ جاہلیت سے لیکر پانچویں صدی ھجری تک جب ہم عربی شعروأدب اورعرب تہذیب وثقافت کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے مشاہدے میں عقل وفلسفہ کے بہت زیادہ نمونے سامنے آتے ہیں۔جو اس

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

طرف واضح اشارہ کرتے ہیں کہ دیگر ترقی یافتہ اقوام کی مانند عرب قوم نے بھی اپنے دورعروج میں انسانی تعمیر وترقی اور تہذیب وتمدن میں بدرجۂ اتم اپنا حصہ ڈالا اور بطور خاص عقل کے میدان میں وہ کسی سے کم نہیں رہے۔

ہاں البتہ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں کہ عرب قوم میں بحیثیت مجموعی اپنے مزاج (جو جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے تشکیل پایا) کے اعتبار سے اور کچھ نسلی اور کچھ طبعی اسباب کی بناء پر ہمیشہ جذبے اور جوش کی فروانی رہی ہے اور اس کے نتیجے میں بطور خاص عربی شاعری میں وہ اصناف زیادہ مقبول رہی ہیں جن میں جذبے کی شدت کا اظہار ہوتا ہے۔مثلاً نسیب (کہ عشق ومحبت کی شاعری کو کہتے ہیں) فخرومباہات ،مدح،مرثیہ،ہجو وغیرہ ،اور عرب کی جاہلی شاعری کے ایک مشہور انتخاب کا نام ہی حماسہ ہے،جس کے معنی ہیں جوش وولولہ اور بہادری اور سرگرمی!

رہا طویل سوچ وبچار، تحلیل وتجزیے اور اخذ نتائج کا عمل،تو وہ اس مزاج کے ساتھ لگا نہیں کھاتا۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اظہار خود عرب اہل نقد وبصیرت نے کیا ہے اور بتایا ہے کہ عربوں کی اس خاص مزاج کی وجہ سے کیونکر ان کے اندر بعض اصناف اُدب مثلاً رزمیہ شاعری (Epic) اور تمثیل وغیرہ نہیں پنپ سکیں۔چنانچہ عربی شاعری میں بھی فکر وتدبر کا عنصر ڈھونڈنے سے ہی ملتا ہے،اور اُدبی تاریخ کے ایک طویل زمانے تک اس میں فکر وحکمت کی شاعری کی کوئی واضح اور مسلسل رَو دکھائی نہیں دیتی۔اِن حالات میں عربی شاعری میں فکر کے عنصر کی تلاش ایک ایسا کام ہے جو اچھی خاصی جستجو اور تحقیق کا متقاضی ہے۔(1)

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی تعقل پسندی:

عربی شعروادب میں عقل ودانش،فکروفلسفہ کے عنصر کا کھوج ہمیں سب سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ملتا ہے،عرب قوم بھی دیگر اقوام کی مانند تھی اس میں ہر طرح کی خوبیاں اور خامیاں پائی جاتی تھیں اس نے اپنے دورعروج میں تہذیب وثقافت کے میدان میں اپنا وافر حصہ ملایا اِس سلسلے میں مشرق ومغرب کے جدید محققین ومفکرین اِس چیز کی گواہی دیتے ہیں۔

جواداعلی کہتے ہیں:(ھومل) نامی مغربی مفکر نے جب جنوب عرب کے نقش ونگار،ان کے قلعوں اور فصیلوں کو دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کہ یہ اتنی زیادہ ترقی یافتہ قوم تھی اور خاص طور پر یونانیوں اور عبرانیوں کے ہاں ان کے آثاروااثرات نے اسے مزید حیرت میں مبتلا کر دیا۔(2)

دیگر اُقوام عالم کی مانند عرب قوم نے بھی انسانی تہذیب وتمدن میں نمایاں کردار ادا کیا ہے جزیرہ نما

عرب میں جس کے واضح نشانات ملتے ہیں جو ان کی عظمت وسطوت کا منہ بولتا ثبوت ہیں خاص طور پر جنوب عرب کے بلادِ یمن میں، جہاں (معین) (حمیر) اور (سبا) کی ترقی یافتہ تہذیبیں پائی جاتی ہیں، (حجر) میں (لحیان) (ثمود) اور (بطرا) میں (اُنباط) نامی ترقی یافتہ تہذیب کے نمایاں آثار ملتے ہیں۔ (سبا) نامی تہذیب وتمدن کی قرآن کریم کچھ اس طرح منظر کشی کرتا ہے۔

لقد كان لسبا في مسكنهم آية جنتان عن يمين و شمال كلوا من رزق ربكم واشكروا له بلدة طيبة ورب غفور. (3)

اُھل عرب میں اس وقت کے مروجہ جملہ علوم کا پایا جانا کسی حیرت سے کم نہیں ہے بطور خاص علوم نجوم، ہواوں اور بارش کے برسنے سے متعلق معلومات جس سے متعلق انہوں نے متعدد کتابیں تصانیف کی، حیوانوں اور انسانوں کے علاج ومعالجہ کے متعلق ان کے ہاں خاص معلومات ملتی ہیں گوکہ ان میں کافی حد تک خرافات درآئیں، فراست وقیافت عربوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے، اسی طرح قدیم زمانہ سے تاریخ واَیام میں ان کا وسیع علم رہا ہے، علم الأنساب میں عربوں کا کوئی ثانی نہیں وہ ہر قبیلے کی ہر ہر شاخ کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے تھے اسی طرح عربوں کے حکمت ودانائی اور ضرب الأمثال کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ملتا ہے جو ان کے ہاں عقل وفلسفہ کے وجود پر دلالت کرتا ہے، عملی زندگی میں ان کے تجربات کی پختگی اور صحیح فکر ونظر کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس سلسلے میں (جاحظ) جو عربی اُدب کا بہت بڑا عالم ہے ہماری کچھ یوں رہنمائی کرتا ہے کہتا ہے:

قدیم عرب میں کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں جنھوں نے قیادت وسیادت، خطابت وبیان اور حکمت و دانائی سوچ وفکر اور چالاکی میں بہت زیادہ شہرت پائی ہے۔ تاریخ نے جن ناموں کو محفوظ کیا ہے ان میں سے چند ایک نام درج ذیل ہیں:

لقمان بن عاد، لقیم بن لقمان، مجاشع بن درام، لوی بن غالب، قیس بن ساعدہ اور قصی بن کلاب، خطباء رؤسا اور دانا میں سے اُکثم بن صیفی ربیعہ بن جزار، ھرم بن قطبۃ، عامر بن الظرب اور لبید بن اُبی ربیعہ نے بہت زیادہ شہرت پائی ہے۔ (4)

ہم دیکھتے ہیں (ابن المقفع) عربوں کے ہاں حکمت ودانائی، عقل وفکر کا جب تذکرہ کرتا ہے تو وہ اسلامی تہذیب وتمدن کے واضح نشانات قرآن کریم، اُقوال رسول اور خلفائے راشدین کی طرف منسوب حکمت ودانائی کی باتوں سے ہٹ کر زمانہ جاہلیت اور اس سے پہلے کے قدیم عرب کے بعض ایسے اقوال نقل

کرتا ہے جو عقل و دانائی کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔اس بارے میں قدیم عرب میں سے ابن صفی التیمی نے بہت شہرت پائی ،جس کا کہنا تھا کہ معاملات میں پختگی اور عقل وفراست سے کام لینا چاہیئے اس کا کہنا ہے:﴿العدم عدم العقل لا عدم المال ﴾فقیری مال کی نہیں عقل کی ہوتی ہے۔ (5)

اس بارے میں محمد کاظم صاحب کچھ یوں لکھتے ہیں:

عربی شاعری میں فکر،سوچ اور حکمت و دانائی کے عنصر کا کھوج ہمیں سب سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ملتا ہے۔جاہلی شاعر اپنے قبائلی معاشرے میں چونکہ ایک اہم مرتبہ کا حامل اور بہت فعال اور با اثر ہوتا تھا،اسے زندگی کا بہت دکھ گرم وسرد چکھنا پڑتا تھا۔ ہر طرح کے انسانی کرداروں سے اسے سابقہ پیش آتا تھا اور قبائل کی باہمی چپقلشوں میں وہ کبھی جنگ کی آگ بھڑکانے والا اور کبھی یہ آگ بجھانے والا ہوتا تھا حساس اور باشعور ہونے کی وجہ سے وہ زندگی کے ان تجربوں سے کچھ نتائج اخذ کرتا تھا۔اور جب وہ اپنا قصیدہ نظم کرتا تو اس میں جہاں دوسرے مروج موضوعات پہ اظہار خیال کرتا وہاں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکمت و دانائی کی وہ باتیں بھی کر جاتا جو اس نے زندگی سے کشید کی ہوئی تھیں ۔ یہ صورت یوں تو متعدد جاہلی شعراء کے ہاں ملتی ہے لیکن اس رویے میں تین شاعر نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔زہیر بن ابی سلمہ،لبید اور طرفہ۔(6)

زمانہ جاہلیت کے شعری دبستان کے علاوہ نثری نمونے بھی ایسے ملتے ہیں جن میں عقل و دانش اور حکمت و دانائی کی باتیں اور ضرب الأ مثال ملتے ہیں۔جن میں سے کچھ اقوال پہلے میں ذکر کر چکا ہوں،اِس ضمن میں چند ایک اشعار ذکر کیے جاتا ہوں۔

زہیر بن أبی سلمہ جو زمانہ جاہلیت کے دانا شعراء میں شمار کیا جاتا تھا کہتا ہے:

وإن سَفَاهَ الشیخ لا حِلمَ بعدہَ

وإن الفتی بعد السَّفاھتہِ یَحلم. (7)

شاعر کہتا ہے:ایک عمر رسیدہ شخص حماقتوں پر اتر آئے تو اسے کبھی عقل نہیں آتی ،لیکن اگر ایک کم عمر نوجوان حماقت کرے تو امید کی جا سکتی ہے کہ اسے آگے چل کر عقل آجائے گی۔شاعر کہتا ہے:

لسان الفتی نصف و نصف فؤادہ

فلم یبق اِلا صورۃ اللحم والدم. (8)

انسان کا نصف اس کی زبان ہے اور دوسرا نصف اس کا دل،ان کو الگ کر لو تو گوشت اور خون کا ایک پتلا ہی باقی رہ جاتا ہے۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کا مقصد زمانہ جاہلیت کے عربوں کی فضیلت یا برتری بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے بارے میں جو غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ مطلقا جاہل تھے ان کا دور تاریک دور تھا، ان میں خیر اور بھلائی نامی کوئی چیز نہ تھی اِس اپروچ کا ازالہ مقصود ہے کہ وہ بھی دیگر اقوام عالم کی طرح ایک قوم تھی جس میں اچھائی و بھلائی دونوں پائی جاتی تھیں انھوں نے عہد قدیم میں انسانی تہذیب وتمدن اور حکمت ودانائی میں وافر مقدار میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔

قرآن اور عقل:

اس اثنا میں عربوں میں ایک نئی تحریک رونما ہوتی ہے جس کے روح رواں حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ تحریک نہ صرف دینی اور مذہبی تحریک تھی (جیسے کہ عام طور پر اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے) بلکہ یہ سماجی وتہذیبی تحریک تھی، تاریخ شاہد ہے کہ انسانی تاریخ میں پیدا ہونے والی تحریکوں میں یہ وہ واحد ایسی تحریک تھی کہ جس نے بہت مختصر وقت میں ہمہ گیر سماجی وتمدنی انقلاب بپا کیا۔

یہ کیونکر ممکن ہو پایا کہ قرآن جیسی فہم فراست علم ودانش رکھنے والی کتاب ایک ان پڑھ جاہل مطلق معاشرے کے افراد جو دلیل وعقل کی زبان نہ جانتے سمجھتے ہوں، ان سے مخاطب ہو۔ یونان سے لیکر دور جدید تک، بلاغت وفصاحت اور انتقادیات کے تمام مکاتب فکر اِس بات پر متفق ہیں کہ کلام وگفتگو سامع کے حال کے مطابق ہونی چاہیے تو لھذا قرآن کا خطابی اسلوب اِس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے مخاطبین صاحب عقل وشعور ہیں اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن پاک بار بار اپنے مخاطبین کے لیے (تعلقون) کیا تم عقل نہیں رکھتے (یعقلون) (تشعرون) کیا تمہیں شعور نہیں، (اولوالألباب) صاحب عقل ودانش (اولواالنھی) اُصحاب عقل وشعور جیسے کلمات استعمال کرتا ہے بلکہ قرآن حریت فکر میں اِس حد تک آگے بڑھ جاتا کہ قوموں میں موجود ماضی کے مختلف عقائد وتصورات جو ان کے ہاں دین ومذہب کی شکل اختیار کر چکے تھے اور وہ ترقی وتبدیلی کی راہ میں رکاوٹ تھے، قرآن ان کو روندتا ہوا عقل ودل سے براہ راست مخاطب ہوتا ہے عقل کو تأمل وتدبر کی دعوت فکر دیتا ہے۔ ضمیر وجدان اور دل کو جھنجھوڑتے ہوئے احساس وشعور کا درس دیتا ہے۔ قرآن تو خوابیدہ عقل جو عرصہ دراز سے سوئی ہوئی تھی کو جگاتا ہے اور اسے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق وابداع یا خود انسان کو اپنی تخلیق وجہ تخلیق اور انجام کے بارے میں سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔

قرآن نے کئی مقامات پر خود ہی عقل وخرد کو استعمال میں لانے کی دعوت دی ہے

بار بار اس کی تکریم وتمجید کرتا ہے علم وعمل میں ربط قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے تا کہ انسان فلاح دارین

سے ہمکنار ہو۔ دنیاوآخرت کے معاملات کو سمجھنے امور زندگانی (خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے) سب کو عمل میں لانے کے لیے عقل کو استعمال کرنے کے لیے قرآن کریم میں کم وبیش 46 آیات ذکر کی جاتی ہیں جو سب کی سب ہر معاملے میں عقل وشعور سے کام لینے پر زور دیتی ہیں۔ فرمان باری تعالی ہوتا ہے:

﴿أفلم يسيروا في الأرض، فتكون لهم قلوب يعقلون بها﴾ (9)

کیا وہ زمین پر گھومتے پھرتے نہیں؟ کیا ان کے پاس ایسے دل نہیں جو سوچتے سمجھتے ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہوتا ہے:

﴿وتلك الأمثال نضربها للناس ولا يعقلها اِلا العالمون﴾ (10)

یہ طرح طرح کی مختلف مثالیں ہم لوگوں کو بیان کرتے ہیں اور انھیں اُصحاب عقل وشعور ہی سمجھ پاتے ہیں اور ان باتوں کی عقل اہل علم ہی کو ہے۔

عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں۔ وہ عقیدہ تثلیث کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد فہم انسانی سے بالاتر ہے۔ وہ شاگرد کو تثلیث کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ اس لقمہ کو حلق سے نیچے نگل جاؤ، خواہ تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے۔

مگر اسلام ایسے احکام نہیں دیتا۔ عقل اور عاقلین کی فضیلت آیات قرآنیہ سے بخوبی ہویدا ہے۔

﴿كذلك نفصل الآيات لقوم يعقلون﴾

ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کے لیے بیان کیا کرتے ہیں۔

﴿ولقد تركنا منها آية بينة لقوم يعقلون﴾

ہم نے اس کے روشن نشان چھوڑے ہیں عقل والوں کے لیے۔

قرآن پاک میں خارج از عقل لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

﴿ ويجعل الرجس على الذين لا يعقلون ﴾ سورة يونس آيت نمبر100

رجس (گندگی) انھی پر ہے جو عقل نہیں رکھتے۔

بتلایا گیا کہ علم وعقل لازم وملزوم ہیں اور انہی دونوں کی آمیزش سے نتائج صحیحہ پیدا ہوتے ہیں۔

﴿ وما يعقلها اِلا العالمون ﴾ سورة العنكبوت آيت نمبر34

ان باتوں کی عقل اہل علم ہی کو ہے۔(11)

ابن رشد اپنی کتاب (فصل المقال) کے شروع میں لکھتے ہیں کہ شریعت نے دنیاو کائنات

میں موجود چیزوں کو سمجھنے کے لیے جس چیز کو معیار بنایا ہے تو وہ عقل ہی ہے جس کے ذریعے ان چیزوں کی علم و معرفت ہوتی ہے یہ بات قرآن کی کئی آیتوں میں ظاہر طور پر بیان کی گئی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿فاعتبروا یاأولی الأبصار﴾ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قیاس عقلی یا قیاس عقلی اور شرعی دونوں کے ایک ساتھ استعمال کے وجود پر واضح دلیل ہے۔

فرمان باری تعالی ہے:

﴿أولم ینظروا فی ملکوت السماوات والأرض وما خلق الله من شئی﴾

یہ کائنات میں موجود تمام اَعلی واَدنی چیزوں میں غور وفکر کی دعوت دیتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿ أفلا ینظرون اِلی الابل کیف خلقت ○ والی السماء کیف رفعت ﴾ اور اسی طرح یہ آیت ﴿ ویتفکرون فی خلق السماوات والأرض ﴾ یہ ساری آیتیں آسمان وزمین اور ان میں تمام موجودات میں غور وخوض کی تلقین کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

عقل اور سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت نبوی کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے عقل وخرد کو بڑی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا اسے بڑی فضیلت دی ہے اسی طرح حدیث نبوی اور سنت مطہرہ نے بھی فہم و فراست، عقل و دانش کو بڑا مقام ومرتبہ عطا کیا ہے، اس ضمن میں صرف ایک حدیث ذکر کرنے پر اکتفا کیا جائے گا کیونکہ ایک مختصر مضمون میں اتنی ہی گنجائش ہوسکتی ہے اس کے علاوہ یہ ایک حدیث ہمارے دعوی کی دلیل ثابت ہونے میں کافی شافی واقع ہوگی۔ قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں حدیث ذیل بہ روایت امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ ذکر کی ہے۔ اس سے نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کا وضوح بخوبی ہوتا ہے۔

مصنف کا جو درجہ حدیث میں ہے وہ ان کی کتاب (اِلا کمال) شرح صحیح مسلم اور (مشارق الأنوار) سے بخوبی نمودار ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فضائل وشیم وخصائل کے بیان صحیح میں جو ان کو شغف ہے۔ وہ ان کی کتاب (الشفاء فی بیان حقوق المصطفی) سے خوب واضح ہے۔

مصنف کی ثقاہت وامانت فی الدین توثیق حدیث کے لیے مکتفی ہے۔ مع ھذا اجملہ کلمات کی تطبیق و دیگر روایات نبوی سے ہوجاتی ہے:

﴿عن علیؓ قال:سألت رسول ﷺ عن سنته،فقال:المعرفة رأسی مالی،والعقل أصل دینی،والحب أساسی والشوق مرکبی وذکر الله أنیسی والثقة کنزی والحزن رفیقی والعلم سلاحی والصبر ردائی والرضا غنیمتی،والعجز فخری ، والزهد حرفتی ،والیقین قوتی والصدق شفیعی،والطاعة حسبی ،والجهاد خلقی وقرت عینی فی الصلاة﴾ 12

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا طریقہ (سنت) کیا ہے فرمایا، معرفت میرا رأس المال ہے۔ عقل میرے دین کی اصل (بنیاد) ہے محبت میری بنیاد ہے۔ شوق میری سواری ہے، ذکرالٰھی میرا انیس ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے۔ حزن میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، رضا میری غنیمت ہے، عجز میرا فخر ہے، زہد میرا حرفہ ہے، یقین میری خوراک ہے، صدق میرا ساتھی ہے، اطاعت میری بچاؤ ہے، جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

عقل اور عربی اُدب:

تاریخ انسانی کی ورق گردانی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زندہ قومیں اور ان کا شعروأدب، تہذیب و ثقافت اپنے ماحول اور اردگرد سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اثر پذیری اور اثر انداز ہونے کا عمل یکساں طور پر جاری وساری رہتا ہے۔

جب ہم عربوں میں اس نئی ہمہ گیر اور ہمہ جہت تحریک (کہ جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں) کے بعد ان کے شعروأدب پر بنظرِ غائر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بیک وقت فارس و ماوراءالنھر اور مغرب کے جملہ آداب پر اثر انداز ہو رہا ہے اسی طرح اپنے سے پہلے ترقی یافتہ اقوام (یونان و ہندوستان) کے آداب وسخن سے نہ صرف مستفید ہوا ہے بلکہ اس کی اثر پذیری کو کھلے دلوں کیا ہے کیونکہ زمانے میں ہمیشہ سے زندہ قوموں کی یہی سنت چلی آرہی ہے کہ وہ اپنے سے ماقبل ترقی یافتہ اقوام کے تجربات سے فائدہ اٹھاتی ہے تاکہ وہ اپنے سے بعد میں آنے والی قوم کو کوئی نئی چیز پیش کر جائے، بنی نوع انسان کے لیے علوم وفنون کو اپنی میراث بنایا جائے اور دنیا و کائنات کو اپنے منطقی انجام تک پہنچنے میں اپنا حصہ ڈالا جائے اس امانت علمی کو جو اس نے اپنے سے ماقبل سے لی ہے آنے والی اقوام کو منتقل کر جائے۔

پہلی صدی ہجری سے ہی یونانی علوم وفنون کا انفرادی طور پر پڑھنا اور سمجھنا شروع کیا جا چکا تھا مگر عباسی دور میں مامون کے زمانے میں (بیت الحکمة) کا قیام اِس چیز کی دلیل ہے کہ عربوں نے یونانی علوم و

فنون میں سے نہ صرف منطق وفلسفہ عقل ودانائی اَخذ کی بلکہ نقد وبلاغت ،لغت ونحو، فقہ واُصول فقہ وغیرہ میں بھی ان سے اثر قبول کیا۔

جب ہم زمانہ جاہلیت سے لے کر اموی دور تک ،عربی شعر واَدب پرنظر ڈالتے ہیں تو اس میں روایت پسندی اور یکسانیت کو غالب پاتے ہیں۔نہ الفاظ ومطالب میں تبدیلی آتی ہے اور نہ موضوعات واَسالیب بدلتے ہیں حتی کی زمانہ جاہلیت میں جو قصیدے کا اسلوب وانداز تھا اموی دور تک وہی پایا جاتا ہے۔جس طرح جاہلی ادب عدم تنوع کا شکار تھا اسی طرح اموی دور تک شاعری میں کوئی جدت نظر نہیں آتی۔

عربی اَدب میں ابوتمام اور المتنبی پہلے شاعر ہیں جنہوں نے علم وحکمت کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا،اس لیے کہا جاتا ہے کہ(اَبوتمام والمتنبی حکیمان والشاعر هوالبحتری)(13) اَبوتمام اور متنبّی دانا اور حکیم ہیں شاعر تو دراصل بحتری ہے۔

المتنبی کے بعد اَبوالعلاء المعری دوسرا بڑا عربی شاعر ہے جس نے عقل ودانش فکر وفلسفہ کو تقدیس کی حد تک عزت واحترام دیا شعر واَدب میں وہ مقام دیا ہے جو آج تک نہ کسی نے دیا ہے نہ آئندہ کوئی دے سکے گا۔اسی بارے میں وہ کہتا ہے:

انی وإن كنت الأ خير زمانه

لآت بمالم تستطعه الأوائل. (14)

اگر چہ میں اس دنیا میں زمانے کے اعتبار سے آخر میں آنے والا ہوں،لیکن میں نے وہ وہ چیزیں پیش کی ہیں جو میرے پیش رو پیش نہیں کر سکے۔

اس چھوٹے سے مضمون میں قدیم وجدید عربی شعر واَدب سے عقل وفکر کے پہلوؤں کو تلاش یا اس کی نشاندہی کرنا نہ صرف مشکل بلکہ محال ہے تو لہذا میں یہاں پر چند مشہور عربی شاعر واَدیب کے چند اَقوال و اَشعار بطور مثال ذکر کیئے دیتا ہوں:

ابن المقفع کی تعقل پسندی

سب سے پہلے میں یہ بتاتا چلوں کہ ابن المقفع ہمیں بیک وقت تین تہذیبوں (هندوستانی،ایرانی،عربی) سے بہرہ مند ہوتے ہوئے نظر آتا ہے،حکمت ودانائی کے باب میں جب بھی کوئی بات کرتا ہے تو وہ قرآن حدیث یا اَقوال خلفاء راشدین میں سے ہٹ کر قدیم عرب یا قدیم تہذیبوں میں سے تلاش کر کے پیش کرتا ہے۔عقل کے بارے میں اس کا ایک قول ہے:

﴿إن أصل العقل التثبت وثمرته السلامة﴾ (15)

حقیقی عقل مندی یہی ہے کہ انسان ہر معاملہ میں پختگی سے کام لے جس کا نتیجہ امن وسلامتی ہے۔

وہ اپنی کتاب (الأدب الصغیر) کا آغاز ہی صحت مند عقل کی حکمرانی اور معاملات میں بصیرت سے کام لینے سے کرتا ہے، جس کے افتتاحیہ میں کہتا ہے:

میرے خیال میں یہ دنیا اخروی زندگی کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے بلکہ اس دنیا کے خاتمے کو دوسری زندگی کا دوام وبقا تصور کرتا ہے یہ دوام وبقا عقل اور ایمان کے بغیر ناممکن ہے اس کا مشہور قول ہے:

﴿من لا عقل له فلا دين له ولا آخرة﴾ (16)

جس کے پاس عقل نہیں نہ اس کے پاس دین ہے اور نہ ہی آخرت ہے۔

ابن المقفع حکومت وسلطنت کے لیے لوگوں میں سے اہل معرفت کو ترجیح دیتا ہے اور اس کا سب سے زیادہ مستحق علماء کو سمجھتا ہے (17)

(بیدبا برہمی) نامی ہندو سے منسوب ایک قول نقل کرتا ہے جس میں وہ کہتا ہے

إني وجدت الأمور التي اختص بها الإنسان من سائر الحيوان أربعة أشياء وهي جماع ما في العالم وهي الحكمة والعفة والعقل والعدل.(18)

انسان کو حیوان سے ممتاز کرنے والی چار چیزیں ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں میں قدر مشترک ہیں۔

۱۔حکمت ودانائی ۲۔پاکدامنی

۳۔عقل ۴۔عدل وانصاف

جاحظ اور عقل:

ابو عثمان (868-775ء) عباسی دور میں عربی ادب کا بہت بڑا امام گزرا ہے، بصرہ میں پیدا ہوا اور بصرہ میں ہی وفات پائی، بصرہ و بغداد میں اس وقت کے مروجہ جمیع علوم حاصل کیے (جاحظية) نامی جماعت اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے جو دراصل (معتزلة) کے فرقوں میں سے ایک تھی۔ جاحظ صاحب بصیرت باریک بین اور عقل کی دولت سے مالا مال تھا حریت فکر کا علمدار تھا، اس کی کتب علم وأدب کی تلقین کرنے والی ہیں، بہت زیادہ کتب کا مصنف تھا جن میں مشہور ترین کتب درج ذیل ہیں۔

1۔کتاب الحیوان 2۔البیان والتبیین

3۔کتاب البخلاء 4۔کتاب التاج

ہم دیکھتے ہیں کہ جاحظ کے ہاں معرفت سب سے اہم چیز ہے جو عقل، عقیدہ، علم اور دین ان سب کو باہم آپس میں ملائے ہوئے ہے۔ معرفت ہی ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑتی ہے اور اسی ہی سے کسی انسان یا قوم کے متمدن ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ حکمت و دانائی مومن کی گمشدہ میراث ہے جہاں سے ملے اسے لے لے۔

جاحظ کہتا ہے کہ حکیم ودانا تو چلا جاتا ہے مگر اس کی تالیفات باقی رہ جاتی ہیں، عقل گزر جاتا ہے مگر اس کی تأثیر ہمیشہ رہ جاتی ہے۔ اگر اسلاف ہم سے پہلے حکمت و دانائی کے خزانے نہ چھوڑ جاتے تو آج ہم بہت ساری حکمت و دانائی کی باتوں سے محروم ہوتے اور معرفت کے حصول کے لیے ہمارے لیے تمام راہیں مسدود ہوتیں۔

جاحظ نے اپنی تمام کتابوں میں عقل وفکر کو بڑی اہمیت دی ہے جاحظ کے فکری نظام میں عقل، معرفت کے ذرائع میں سے سب سے اہم اور بڑا ذریعہ ہے:

﴿ولعمری إن العیون لتخطئی وإن الحواس لا تصدق وما الحکم الصادق إلا للذهن وما الإستبانة الصحیحة إلا للعقل﴾ (20)

قسم بخدا! آنکھوں سے غلطی سرزد ہوسکتی ہے حواس خمسہ تصدیق کرنے سے قاصر ہو سکتے ہیں، مگر درست اور سچا فیصلہ ذہن نے کرنا ہے آخر کار عقل ہی ہے جو صحیح فیصلہ دیتا ہے۔

جاحظ کے نظام فکر میں شک ایک اہم عنصر شمار کیا جاتا ہے وہ اخبار وروایات کے قبول ورد میں بہت احتیاط سے کام لیتا ہے، عقل وذہن پر آخری فیصلے کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اس کا کہنا ہے:

﴿للأمور حکمان : حکم ظاهر للحواس و حکم باطن للعقول والعقل هو الحجة﴾(21)

دنیا و کائنات میں موجود چیزوں کے بارے میں دوطرح سے حکم لگایا جاسکتا ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی، ظاہری حکم حواس خمسہ کے ذریعے اور باطنی حکم عقل کے ذریعہ، حتمی اور آخری فیصلہ وہی ہوگا جو عقل کرے گا، وہی دلیل اور حجت ہوگا۔

اسی طرح جاحظ کی جملہ کتابوں نے عموماً اور کتاب (الحیوان) نے بالخصوص، عرب تہذیب وتمدن میں دو چیزوں کو متعارف کروایا ہے:

أولا: التطهر من الأ ساطير،

ثانيا: إعمال العقل ،لأن مع عدم الفكرة يكون عدم الحكمة (22)

یہی وہ دو چیزیں ہیں جو انسانی تہذیب وتمدن کے آگے بڑھنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔پہلی چیز کہ انسانی معاشرے کو خرافات سے پاک کرنا دوسرا عقل کو عمل میں لایا کیونکہ غور وفکر کے فقدان سے حکمت و دانائی ناپید ہو جاتی ہے۔

عربی شاعر (المعری) کے ہاں عقل پرستی:

ابو العلاء المعری (973-1057ء) یہ عظیم عربی شاعر شام کے شہر (معرة النعمان) میں پیدا ہوا چار سال کی عمر کا تھا کہ چیچک کی وجہ سے نظر جاتی رہی، ساری تعلیم شام کے گرد ونواح حلب، طرابلس اور انطاکیہ میں حاصل کی، زندگی میں صرف ایک بار سفر کیا اور وہ بھی دار الخلافۃ بغداد کا، بعد میں ساری زندگی خلوت وتجرد کو اپنا رفیق حیات بنایا، نرم دل روشن خیال کڑی تنقید اور حساس مزاج کے مالک تھے۔دنیا جہاں سے بے نیاز ،طبیعت پر مایوسی زیادہ غالب تھی، ساری زندگی تصنیف وتالیف اور پڑھنے پڑھانے میں صرف کی، نظم ونثر میں ان تصانیف سو سے تجاوز کر جاتی ہیں زیادہ مشہور (سقط الزند) (اللزوميات) اور (رسالته الغفران) ہیں۔

ابو العلاء المعری جس دور میں آیا وہ عربوں کا سیاسی اعتبار سے خلفشار وانتشار کا دور تھا مگر علمی اعتبار سے ان کے عروج کا زمانہ تصور کیا جاتا ہے۔معری جیسا حساس شاعر دونوں حالات سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔معری کے آراء وافکار پڑھنے والا محقق، اس کے ہاں فکری نظام کا باقاعدہ اہتمام پاتا ہے۔وہ اپنے اس نظام میں عقل وفکر کو تقدیس کی حد تک احترام دیتا ہے۔ایک مختصر مضمون میں اس کی تفصیلات بیان کرنا ناممکن حد تک مشکل ہے۔ذیل میں چند ایک معری کے اشعار ذکر کیے جاتے ہیں جس سے اس کی فکری کیفیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے مزید براں عربوں کے ہاں عقل وفکر کے فقدان کے تیروں کو بھی کند کیا جاسکتا ہے۔

معری پہلا عربی شاعر ہے کہ جس کے ہاں ایک مکمل نظام فکر ملتا ہے۔اس نے زندگی کے تمام معاملات میں عقل کے فطری فیصلوں کو تسلیم کیا ہے اس کے فکری نظام میں عقل کا کردار فیصلہ کن ہے اس کے سارے علمی خزانے پر موضوع اور منہج کے اعتبار سے عقل کی چھاپ ہے اس موقف کی بنیاد دراصل اس کا یہ ایمان وایقان (Conviction) ہے کہ انسان کے لیے علم کا سب سے بہتر وسیلہ عقل ہی ہے۔عقل کی اہمیت کو اس نے

اپنے شعروں میں اتنا بڑھا چڑھا کر اور اتنے تکرار کے ساتھ بیان کیا کہ لگتا ہے وہ اس معاملے میں کسی طرح کی مفاہمت کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ عقل کو نبوت کا سا مقام دیتے ہوئے کہتا ہے:

أيها الغران خصصت بعقل

فاسألنه فكل عقل نبي　(23)

اے ناداں! اگر تم عقل سے نوزاے گئے ہو تو ضرور اسی سے مشورہ کرو، کہ عقل تمہارے لیے بمنزلہ نبی کے ہے۔

ایک اور مقام پر عقل کو اپنا امام بناتے ہوئے کہتا ہے:

وكم غرت الدنيا بنيها،وساء ني

من الناس مين في الأحاديث والنقل

سأتبع من يدعو إلى الخير جاهدا

وأرحل عنها ما إمامي سوى عقلي (24)

وہ دنیا میں شر اور فساد کی بات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ دنیا کتنی مرتبہ اپنی اولاد (بنی نوع انسان) کو دھوکا دے چکی ہے اور انسان میں جھوٹ کی خصلت مجھے انتہائی بری لگی ہے باتیں بنانے اور باتیں نقل کرنے کے ضمن میں انسانوں کے درمیان جھوٹ عام روش ہے لھذا میں ہر اس شخص کی پیروی واتباع کی حتی الوسع کوشش کروں گا جو مجھے بھلائی اور خیر کی طرف بلائے گا اور جب میں اس دنیا سے کوچ کروں گا تو عقل کے ماسوا میرا کوئی امام نہیں ہوگا۔

ایک اور جگہ پر وہ عقل کی پیروی کی تلقین کرتے ہوئے کہتا ہے:

جاء ت أحاديث،إن صحت فان لها

شأنا ولكن فيها ضعف إسناد

فشاور العقل واترك غيره هدراً

فالعقل خير مشير ضمه النادى (25)

مجھ تک بہت زیادہ احادیث پہنچی ہیں اگر تو وہ صحیح ہیں، تو میرے نزدیک ان کا بہت مقام ومرتبہ ہے لیکن ان کے راویوں کی نسبت اضطراب پایا جاتا ہے پس عقل سے ہی مشورہ لو اور اس کے سوا ہر چیز کو بے سود جان کر چھوڑ دو، اس لیے کہ کوئی بھی مجلس (Forum) ہو اس میں عقل سے بہتر مشورہ دینے والا کوئی نہیں۔

ایک اور شعر میں عقل اور شریعت کا مقارنہ وموازنہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

كن عابداً لله دون عبيده　　　فالشرع يُعبِّد والقياس يُحرِّر (26)

اللہ کے عبادت گزار بنو، نہ کے اس کے غلاموں (یعنی فقیہوں اور ملاوں) کے اس لیے کہ شریعت انسان کو غلام بناتی ہے جبکہ عقل اسے آزاد کرتی ہے۔

ایک اور جگہ پر کہتا ہے:

يرتجي الناس أن يقوم اِمام
ناطق في الكتيبة الخرساءِ
كذب الظن لا امام سوى
العقل مشيرا في صبحه والمساءِ.
فاذا ما أطعته جلب
الرحمة عند المسير والارساءِ.

لوگ اس امید میں ہیں کہ ایک امام آئے گا جو امت بے زبان کے درمیان سے اٹھ کر حق کا بول بالا کرے گا۔ یہ لوگ جھوٹے گمان میں ہیں، اِس لیے کہ عقل کے سوا کوئی امام نہیں جو انسان کی صبح وشام رہنمائی کرے۔ اگر ہم اس (عقل) کی پیروی واتباع کرلیں تو یہ ہمارے لیے ہر وقت اور ہر طرح سے خیر وبرکت کا باعث بنتا رہے گا۔

عقل کی تعریف کرتے ہوئے مزید کہتا ہے:

الفكر حبل متى تمسك على طرف
منه ينط بالثريا ذلك الطرف
والعقل كالبحر ما غيضت غواربه
شيأً، ومنه بنو الأيام تغترف.　　(28)

فکرودانش ایسی رسی کی مانند ہے اگر تو اس کا کنارہ تھام لے تو دوسرا کنارہ تجھے ثریا (بلند ترین ستارہ) کی سی بلندی تک پہنچا دے (جب عقل تیرا رہبر ورہنما ہو تو ضرور بالضرور تو اپنے ہدف کو پالے گا خواہ اس کا حصول کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو) عقل سمندر کی مانند ہے جس کا پانی کبھی خشک نہ ہونے والا ہے خواہ ساری دنیا اس سے پانی لینا شروع کردے۔

ایک اور شعر میں عقل کی کچھ یوں تعریف کرتا ہے:

وإنك إن تستعمل العقل لا يزَل

مبيتك في ليل بعقلك مشمس . (29)

اگر تو عقل کو استعمال میں لے آئے تو تیری تاریک رات بھی تیرے عقل کی بدولت سورج کی روشنی کی مانند چمکدار ہو جائے۔

عقل ہی کو مدار المھام سمجھتے ہوئے کہتا ہے:

اللُب قُطبٌ والأمور له رحى

فيه تُدَبّر كلها و تُدار (30)

قل تمام چیزوں کا مرکز ہے اور دنیا میں ہر چیز نے آخر کار اسی ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہی عقل ہی ہر چیز کو چلاتا، گھماتا اور اس میں سوچ وچار کرتا ہے۔ عقل چکی کے اس مرکز کی مانند ہے جس کے گرد چکی کے دونوں پاٹ گھومتے رہتے ہیں۔

معری کے نزدیک عقل ہی حق وسچ ہے آخر کار ہمیں اسی ہی کا فیصلہ جو سچا ہوتا ہے ہمیں مان لینا چاہیے۔

أما العقول فآلت أنه كذب

والعقل غرس له بالصدق إثمار (31)

عقل تو ان (روایات قصے کہانیوں) کے جھوٹے ہونے پر قسم کھاتے ہیں۔ عقل ہی ایک ایسی ٹہنی ہے جس سے صدق وسچائی پھوٹتی ہے، تولہذا ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم ہر اس چیز کو قبول کر لیں جس کی عقل تصدیق کر دے اور ہر اس بات کو رد کر دیں جس کو عقل جھٹلا دے۔

خلاصہ تحقیق:

دیگر اقوام عالم کی مانند عرب قوم میں سیاسی و مادی عروج وزوال کے ساتھ ساتھ فکری مدوجزر نہ صرف فطری عمل، بلکہ منطقی نتیجہ بھی تھا۔ ایک ان پڑھ امی قوم نے مختصر وقت میں ایک عظیم علمی وفکری انقلاب بپا کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے جابر بن حیان ،ابن الھیثم، الفارابی، أبو العلاء المعری ،الجاحظ، ابن سینا، امام غزالی، ابن رشد اور ابن خلدون جیسے ماہرین فکر وفن پیدا کیے، جنہوں نے نہ صرف عرب ومسلم قوم بلکہ پوری انسانیت کو عقل ودانائی سے منور وفیض یاب کیا۔

فکر وفن کا نہ کوئی دین نہ مذھب نہ کوئی حدود، اور نہ ہی وہ کسی قوم سے وابستہ ہوتا ہے بلکہ جو قوم بھی

اسے سینے سے لگاتی ہے تو وہ اس کے عقل و بدن کا حصہ بن کر روح میں اتر جاتا ہے مگر جونہی جو قوم اس سے منہ موڑتی ہے تو وہ اس سے روٹھ کر کہیں اور بسیرا کر لیتا ہے۔ بقول شاعر:

تو نہ مٹ جائے گا ایراں کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے(32)

کہا جاتا ہے کہ یونانیوں پر، حملہ آور قوتوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا مگر یونانیوں نے اپنی تہذیب وثقافت، فکر وفن کے ذریعہ ان طاقتور عناصر کو سرنگوں کر دیا یونانی جب تک علم و عقل سے محبت کرتے رہے وہ ان کی گھر کی لونڈی بن کر رہا، جونہی انہوں نے اس سے تھوڑی سی بے رخی اختیار کی تو وہ ان سے منہ موڑ کر چلتا ہو گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یونان، عہد قدیم، عصور وسطی اور دور جدید کا فکر وفلسفہ میں استاد گردانا جاتا ہے مگر یہ بھی ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ یونانیوں سے پہلے بہت ساری مشرقی اقوام ایسی گزری ہیں کہ جنہوں نے فکر وفن اور حکمت و دانائی کے میدان میں اپنا وافر مقدار میں حصہ ڈالا تھا مثلاً قدیم مصری اقوام، ایران و ہندوستان اور قدیم چین کی حکمت و دانائی یونانی فکر و فلسفہ سے کسی طور پر کم نہ تھی، جس کے واضح نشانات یونانی فکر وفلسفہ میں جا بجا ملتے ہیں۔

یونانیوں کے بعد سریان اور بیزنطینی اقوام آتی ہیں جو علم وفن کے میدان میں بنی نوع انسان کے لیے اپنا حصہ ڈالتی ہیں مگر جب ہم ان اقوام کہ جو عرصہ دراز تک یونانی علوم وفنون کی وارث بنی رہی۔ ان کا عرب قوم سے موازنہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ سریان قوم جو فتح اسلامی تک ایک عرصہ دراز یونانی فکر و فلسفہ سے متاثر رہی مگر ایک بھی ایسی شخصیت پیدا نہ کر پائی جسؔ نے زندگی کے کسی میدان میں شہرت حاصل کی ہو۔

اسی طرح بیزنطینی قوم کہ جسے یونانی علوم وفنون ورثے میں ملے تھے، جسے اس نے کتب خانوں اور الماریوں میں تو محفوظ کیے رکھا مگر اس سے کچھ بھی استفادہ نہ کیا۔ یہ عرب قوم ہی تھی کہ جس نے ان کتب خانوں اور الماریوں میں بند، علم و دانش کو انسانیت کے لیے عام کیا۔ بیزنطینی اپنے پورے دور اقتدار میں ایک بھی مفکر پیش نہیں کر سکتے جبکہ عربوں نے ایسے لاتعداد مفکر پیدا کیے جن پر آج بھی انسانیت کو فخر ہے۔

ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عرب قوم قدیم مشرقی اور یونانی فکر کی بیک وقت وارث ٹھہری۔ اپنے عہد عروج میں فکر وفن کی خدمتگار رہی، عصور وسطی میں انسانی تہذیب وثقافت کی تنہا علمبردار رہی۔ اس کا فکر و فلسفہ تمام شعبہ ہائے زندگی کو شامل رہا۔ تاریخ میں اس علمی وفکری تحریک کی شاید ہی کوئی ایسی مثال ملتی ہو کہ

جس نے مختصر عرصہ میں انسانیت کو اتنا کچھ پیش کیا ہو۔سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد اٹلی میں ہمیں اس تحریک کے نمودار ہونے کے کچھ نشانات ملتے ہیں جس کی وجہ سے ہم یہ کہتے ہوئے حق بجانب ہوں گے کہ یورپ آج جس مقام پر ہے اس میں عرب قوم کی اس علمی وفکری تحریک کا بہت بڑا حصہ ہے جسے ہم عرب قوم کی عقلی روایت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

ہم نے اپنی اس تحقیق میں عربی شعراء واُدبا میں سے ابن المقفع ،الجاحظ اور اُبوالعلاء المعری کے چند اقوال واُشعار بطور نمونہ پیش کیے کیونکہ ایک مختصر مضمون میں سب کا احاطہ کرنا ناصرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ اخوان الصفاء: محمد کاظم۔ص 8.9
2۔ تاریخ العرب قبل الاسلام: جواد علی۔ص 277
3۔ سورۃ سبأ۔آیت نمبر 15
4۔ البیان والتبیین: الجاحظ۔ج ا،ص 365
5۔ مجمع الأمثال: المیدانی۔ج 2، ص 63
6۔ إخوان الصفا: محمد کاظم۔ص 13
7۔ المعلقات السبع: شاعر زہیر بن أبی سلمی
8۔ أیضا۔
9۔ سورۃ الحج آیت نمبر 43
10۔ سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 43
11۔ رحمت اللعالمین۔سید سلمان۔ ج 2، ص 49
12۔ کتاب الشفاء فی بیان حقوق المصطفی: از قاضی عیاض۔ ص 175
13۔ ذکری أبی الطیب بعد ألف عام: عبدالوھاب عزام۔ ص 21
14۔ سقط الزند: المعری۔ج 2،ص 65
15۔ الأدب الصغیر: عبداللہ بن المقفع۔ص 335 ﴿المجموعۃ الکاملۃ﴾
16۔ مصدر سابق۔ص 330
17۔ مصدر سابق۔ص 329
18۔ مصدر سابق۔ص 224
19۔ الحیوان: الجاحظ۔ ج ا، ص 33
20۔ مصدر سابق: ج ا، ص 53

21۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 204

22۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 35

23۔ دیوان لزوم مالایلزم: لأبی العلاء أحمد بن عبداللہ المعری۔ ج 2، ص 610

24۔ مصدر سابق: ج 2، ص 231

25۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 351

26۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 416

27۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 64

28۔ مصدر سابق: ج ۱، ح 56

29۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 633

30۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 423

31۔ مصدر سابق: ج ۱، ص 405

32۔ کلیاتِ اقبال: محمد اقبال۔ ص206